

چھاننی کاراز

مصنف : آر تھر کینن ڈوئل

مترجم : مظہر حسین



چھاننی کا راز

ایک شخص اپنی زندگی کے پراسرار تجربے کے بارے میں بیان کرتا ہے

اس کہانی میں ایک چمڑے کی بھرنے والی شے اس شخص کی زندگی میں ایک اہم موڑ لاتی ہے، اور وہ اس کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کرتا ہے۔

<https://www.facebook.com/share/g/17gVK6Xocf/>

میرا دوست، لیونیل ڈیکٹر، پیرس کی ایونیو "ڈی وگرام" میں رہتا تھا۔ اس کا گھر ایک چھوٹا سا مکان تھا، جس کے آگے لوہے کی ریلنگ اور گھاس کا ایک چھوٹا سا باغ تھا۔ یہ مکان "آرک ڈی ٹرایمف" کے قریب، نیچے جاتے ہوئے بائیں جانب تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ یہ مکان ایونیو کے بننے سے بہت پہلے کا ہے، کیونکہ اس کی چھت پر کافی جمی ہوئی تھی اور دیواریں پرانی اور نرمی زدہ ہو چکی تھیں۔ سامنے سے دیکھنے پر یہ گھر چھوٹا لگتا تھا—شاید اس کی پانچ کھڑکیاں تھیں—لیکن پیچھے کی طرف یہ ایک لمبے کمرے میں بدل جاتا تھا۔ یہیں پر ڈیکٹر کی منفرد لائبریری تھی، جس میں نایاب کتابیں اور حیرت انگیز نوادرات رکھے تھے۔ یہ چیزیں اس کے

لیے دلچسپی کا باعث تھیں اور اس کے دوستوں کے لیے بھی تفریح کا ذریعہ بن جاتی تھیں۔

ڈیجر ایک امیر آدمی تھا، جس کے شوق منفرد اور عجیب تھے۔ اس نے اپنی دولت اور زندگی کا بڑا حصہ یہودی عقائد، غیبی اور جادوئی علوم کی کتابیں جمع کرنے میں لگا دیا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ اس کا یہ نجی مجموعہ نایاب اور بے مثال تھا۔ وہ غیر معمولی اور پراسرار چیزوں میں بہت دلچسپی رکھتا تھا، اور کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ اس کے تجربات اخلاق اور تہذیب کی تمام حدیں پار کر چکے تھے۔

اپنے انگریز دوستوں کے ساتھ وہ ان موضوعات پر بات نہیں کرتا تھا اور خود کو صرف ایک علم دوست اور نوادرات کا شوقین ظاہر کرتا تھا۔ لیکن ایک فرانسیسی شخص، جس کے شوق بھی ایسے ہی تھے، اس نے مجھے یقین دلایا کہ اس کے بڑے ہال میں—جہاں کتابوں کی الماریاں اور نوادرات کے شوکیس رکھے تھے—کبھی کالے جادو کے عجیب و غریب عمل کیے جا چکے تھے۔

ڈیجر کی شکل و صورت سے یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ان کی ذہنی معاملات میں دلچسپی روحانی کی بجائے علمی نوعیت کی تھی۔ اس کے چہرے پر کوئی زاہد یادرویش ہونے کا تاثر نہیں تھا، لیکن اس کا بڑا، گولائی لیے ہوا سر اس کی زبردست ذہنی طاقت کو ظاہر کرتا تھا۔ اس کے گھٹتے ہوئے بالوں کے درمیان اس کا سر ایسے ابھرا ہوا تھا جیسے برف سے ڈھکی کسی چوٹی کے گرد درختوں کا حلقہ ہو۔

اس کا علم اس کی عقل سے زیادہ تھا، اور اس کی قابلیتیں اس کے کردار سے کہیں آگے تھیں۔ اس کی چھوٹی، چمکدار آنکھیں، جو اس کے بھرے ہوئے چہرے میں اندر کی طرف دھنسی ہوئی تھیں، ذہانت اور تجسس سے چمکتی تھیں، لیکن ان میں عیش و عشرت اور خود پسندی کی جھلک بھی تھی۔ خیر، اس کے بارے میں زیادہ بات کرنا

ضروری نہیں، کیونکہ وہ اب مرچکا ہے۔ بیچارہ۔ اسی وقت جب اسے لگا تھا کہ وہ آب حیات دریافت کر چکا ہے۔

مجھے اس کے پیچیدہ کردار میں دلچسپی نہیں، بلکہ اس حیران کن اور ناقابل یقین واقعے سے سروکار ہے، جو میری اس سے سن ۱۸۸۲ کے اوائل بہار میں ملاقات کے ساتھ شروع ہوا۔

میں انگلینڈ میں ڈیگر سے واقف تھا، کیونکہ میں نے برٹش میوزیم کے آشوری کمرے میں جو تحقیق کی تھی، وہ اسی وقت ہو رہی تھی جب ڈیگر بائبل تخیلوں میں کسی خفیہ مطلب کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہماری مشترکہ دلچسپی ہمیں قریب لے آئی۔ چند اتفاقی باتوں کا سلسلہ روزانہ کی گفتگو میں بدل گیا، اور پھر یہ تعلق دوستی کی حد تک پہنچ گیا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ جب بھی پیرس آؤں گا، اس سے ضرور ملوں گا۔ جب میں اپنے وعدے کو پورا کرنے کے قابل تھا، تو میں "فونٹین بلو" کے ایک چھوٹے سے گھر میں رہ رہا تھا، اور چونکہ شام کی ٹرینیں مناسب نہیں تھیں، اس نے مجھ سے درخواست کی کہ رات اس کے گھر گزاروں۔ "میرے پاس صرف یہی ایک اضافی بستر ہے"، اس نے اپنے بڑے کمرے میں ایک چوڑے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، "امید ہے کہ تم یہاں آرام سے سو سکو گے۔"

یہ ایک منفرد خواب گاہ تھی، جس کی اونچی دیواریں بھورے رنگ کی کتابوں سے بھری ہوئی تھیں۔ لیکن ایک کتابوں کے شوقین کے لیے اس سے زیادہ دلکش اور کیا ہو سکتا تھا؟ اور پرانی کتابوں کی ہلکی سی خوشبو میرے لیے کسی خوشگوار مہک سے کم نہ تھی۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ یہ کمرہ میرے لیے بہت اچھا اور ماحول بالکل موزوں تھا۔

"اگرچہ یہ کمرہ روایتی طور پر آرام دہ نہیں، لیکن یہ بے حد قیمتی ہے"، اس نے اپنی شیلفوں پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔ "میں نے ان چیزوں پر تقریباً ڈھائی لاکھ پاؤنڈ خرچ

کیے ہیں جو تمہیں یہاں نظر آ رہی ہیں۔ کتابیں، ہتھیار، جواہرات، نقوش، قالین، مجسمے — یہاں موجود ہر چیز کی اپنی ایک تاریخ ہے، اور اکثر وہ کہانی سننے کے قابل ہوتی ہے۔"

وہ آگ کے کھلے چولے کے ایک طرف بیٹھا تھا، اور میں دوسری طرف۔ اس کی پڑھنے کی میز اس کے دائیں جانب تھی، جس پر ایک روشن چراغ رکھا تھا، جس کی روشنی میز پر سنہری دائرے کی شکل میں پھیل رہی تھی۔ میز کے نیچوں بیچ ایک پرانی تختی رکھی تھی، اور اس کے ارد گرد مختلف نایاب اور عجیب و غریب چیزیں بکھری ہوئی تھیں۔ ان میں ایک بڑی چھاننی بھی تھی، جو شراب کے ڈبوں کو بھرنے کے لیے استعمال ہونے والی چھاننی جیسی لگ رہی تھی۔ یہ سیاہ لکڑی کی بنی ہوئی معلوم ہوتی تھی، اور اس کے کنارے پر میالے رنگ کی پیتل کی مہر لگی ہوئی تھی۔

"یہ تو بہت عجیب چیز ہے،" میں نے کہا۔ "اس کی کیا کہانی ہے؟"

"آہ! ڈیکر بولا،" یہی سوال میں خود سے بارہا کر چکا ہوں۔ میں اس کی حقیقت جاننے کے لیے بہت کچھ دینے کو تیار ہوں۔ اسے اٹھاؤ اور غور سے دیکھو۔"

میں نے چھاننی کو ہاتھ میں لیا اور محسوس کیا کہ جسے میں لکڑی سمجھ رہا تھا، وہ دراصل چمڑا تھا، جو وقت کے ساتھ سخت ہو چکا تھا۔ یہ کافی بڑی چھاننی تھی اور تقریباً ایک لیٹر مانع سما سکتا تھا۔ اس کے چوڑے منہ کے گرد پیتل کی ایک مہر جڑی تھی، اور اس کے تنگ سرے پر بھی دھات کی ایک مہر موجود تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے، یہ کیا ہو سکتی ہے؟" ڈیکر نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ کسی قرون وسطیٰ کے شراب ساز یا شراب بنانے والے کی ملکیت رہی ہوگی،" میں نے کہا۔ "میں نے انگلینڈ میں سترہویں صدی کے چمڑے کے مشیزے دیکھے ہیں، جنہیں 'بلیک جیک' کہا جاتا تھا۔ وہ بھی اسی رنگ اور ساخت جیسے ہوتے تھے جیسے یہ چھاننی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ یہ بھی اسی زمانے کی ہو،" ڈیکر نے کہا، "اور شاید اسے بھی کسی برتن میں مانع بھرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہوگا۔ لیکن اگر میری قیاس آرائیاں درست ہیں، تو اسے استعمال کرنے والا کوئی عام شراب بنانے والا نہ تھا، اور جس برتن کو بھرا جا رہا تھا، وہ بھی کوئی عام ڈھکن والا برتن نہ تھا۔ کیا تم نے اس چھاننی کے تنگ سرے پر کوئی عجیب بات دیکھی؟"

میں نے اسے روشنی میں اٹھایا اور غور سے دیکھا۔ جہاں پیتل کی مہر ختم ہوتی تھی، اس سے تقریباً پانچ انچ اوپر چمڑے کی نلکی نما سطح پر جگہ جگہ زخم جیسے نشانات تھے، جیسے کسی نے کند چاقو سے اسے تراشنے کی کوشش کی ہو۔ صرف اسی جگہ پر چمڑے کی سیاہ سطح پر خرابی نظر آرہی تھی۔

"ایسا لگتا ہے کہ کسی نے اس کے تنگ سرے کو کاٹنے کی کوشش کی ہے۔"
"کیا تم اسے صرف کٹ سمجھتے ہو؟" ڈیکر نے پوچھا۔

"یہ جگہ جگہ سے ادھڑی اور زخمی ہوئی لگتی ہے۔ اتنے سخت چمڑے پر ایسے نشانات چھوڑنے کے لیے خاصی قوت درکار ہوگی، چاہے اوزار کچھ بھی ہو۔ لیکن تم اس کے بارے میں کیا سوچتے ہو؟ مجھے لگتا ہے کہ تم اس کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔"

ڈیکر مسکرایا، اور اس کی چھوٹی آنکھوں میں ایک رازدارانہ چمک تھی۔

"کیا تم نے خوابوں کی نفسیات کا مطالعہ کیا ہے؟" ڈیکر نے پوچھا۔

"مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ایسا کوئی علم موجود ہے!"

"میرے عزیز دوست، جو کتا ہیں جواہرات کے شوکیس کے اوپر والی الماری میں رکھی ہیں، وہ البرٹس میگنس کے زمانے سے لے کر آج تک صرف اسی موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ یہ ایک مکمل سائنس ہے!"

"میرے خیال میں یہ محض دھوکہ بازی ہے۔"

"ہر دھوکہ باز کسی نہ کسی دریافت کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ نجومیوں سے ماہر فلکیات نے جنم لیا، کیمیاگر سے جدید کیمسٹ، اور جاذبِ نظر کرنے والے سے تجرباتی ماہرِ نفسیات۔ جو آج کا جادوگر تھا، وہ کل کا پروفیسر بن جاتا ہے۔ حتیٰ کہ خواب جیسے نازک اور پراسرار معاملات بھی وقت کے ساتھ ایک باضابطہ علم بن جائیں گے۔ جب وہ وقت آئے گا، تو ہمارے ان دوستوں کی کتابیں، جو اس شیلف پر رکھی ہیں، محض کسی صوفی کے شوق تک محدود نہیں رہیں گی بلکہ ایک مکمل سائنس کی بنیاد بنیں گی۔"

"چلو مان لیا، لیکن اس سیاہ، پتیل کے کناروں والی بڑی چھاننی کا خوابوں کی سائنس سے کیا تعلق ہے؟"

"میں تمہیں بتاتا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ میرا ایک ایجنٹ ہے جو ہمیشہ میری کلکیشن کے لیے نوادرات اور نایاب اشیاء کی تلاش میں رہتا ہے۔ کچھ دن پہلے اسے معلوم ہوا کہ "کوئے" میں ایک تاجر کے پاس کچھ قدیم چیزیں ہیں، جو پیرس کے "لاٹینی کوارٹر" کی ایک پرانی گلی، "رویٹھرین"، میں واقع ایک پرانے مکان کی الماری سے ملی تھیں۔"

"اور پھر؟"

"اس مکان کے کھانے کے کمرے میں ایک مخصوص نشان ملا—سفید پس منظر پر سرخ رنگ کی دھاریاں۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ "نکولس دے لاریینی" کا خاندانی نشان تھا، جو شاہِ لونی چار دہم کے دور میں ایک اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ الماری میں رکھی ہوئی دوسری اشیاء بھی اسی دور سے تعلق رکھتی ہیں۔"

لہذا، یہ ممکن ہے کہ یہ تمام چیزیں "نکولس دے لاریینی" کی ذاتی ملکیت رہی ہوں، جو اس وقت قوانین کے سخت نفاذ کے لیے مشہور تھا۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"اب میں چاہوں گا کہ تم ایک بار پھر اس چھاننی کو ہاتھ میں لو اور اس کے اوپری پتیل کے کنارے کو غور سے دیکھو۔ کیا تمہیں اس پر کوئی تحریر دکھائی دیتی ہے؟" میں نے دیکھا کہ اس پر کچھ نشانات ضرور تھے، مگر وقت گزرنے کے ساتھ وہ دھندلے ہو چکے تھے۔ مجموعی طور پر کچھ حروف کا اندازہ ہو رہا تھا، اور ان میں سے آخری حرف کسی حد تک B جیسا دکھائی دیتا تھا۔

"کیا تمہیں یہ B لگتا ہے؟"

"ہاں، بالکل۔"

"مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔ درحقیقت، مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ B ہی ہے۔"

"لیکن جس رئیس کا تم نے ذکر کیا تھا، اس کے نام کا پہلا حرف تو R ہونا چاہیے تھا؟"

"بالکل! یہی تو حیرت کی بات ہے۔ یہ عجیب و غریب چیز اس کے قبضے میں تھی، لیکن اس پر کسی اور کے ابتدائی حروف کندہ تھے۔ سوال یہ ہے کہ آخر ایسا کیوں تھا؟" میں نہیں جانتا، کیا تم اس کا کوئی مطلب نکال سکتے ہو؟"

"ہو سکتا ہے کہ میں اندازہ لگا سکوں۔ کیا تمہیں کنارے پر تھوڑا آگے کوئی اور نشان نظر آ رہا ہے؟"

"مجھے لگتا ہے کہ یہ کوئی تاج ہے۔"

"یہ واقعی ایک تاج ہے، مگر اگر تم اسے غور سے دیکھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ کوئی عام تاج نہیں بلکہ شاہی تاج ہے۔ یعنی ایک مخصوص عہدے کی علامت۔ اس میں چار موتی اور اسٹرابیری کے پتوں کی ترتیب ہے، جو ایک "اعلیٰ عہدیدار" کے رتبے کی نشانی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جس کے نام کا آخری حرف B تھا، اعلیٰ عہدیدار کا منصب رکھتا تھا۔"

"تو اس عام سی چمڑے کی چھاننی کا مالک ایک اعلیٰ عہدیدار تھا؟"
ڈیکر کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ ابھری۔

"یا پھر کوئی ایسا شخص جو کسی اعلیٰ عہدیدار یا اشرافیہ کے خاندان سے تعلق رکھتا ہو،"
اس نے کہا۔ "یہ بات تو ہم نے اس کندہ شدہ کنارے سے واضح طور پر اخذ کر لی ہے۔"

"لیکن اس سب کا خوابوں سے کیا تعلق ہے؟"

مجھے نہیں معلوم کہ یہ ڈیکر کے چہرے کے تاثرات کا اثر تھا یا اس کے لہجے میں کوئی عجیب سا اشارہ تھا، مگر جیسے ہی میں نے اس پرانے، سخت چمڑے کے بے ڈھنگے ٹکڑے پر دوبارہ نظر ڈالی، میرے اندر ایک بے نام خوف اور گھن کا احساس پیدا ہونے لگا۔

"مجھے کئی بار اپنے خوابوں کے ذریعے اہم معلومات ملی ہیں،" میرے ساتھی نے اپنی مخصوص سنجیدہ تعلیمی انداز میں کہا، جو اسے بہت پسند تھا۔ "اب میں نے یہ اصول بنایا ہے کہ جب بھی کسی معاملے میں شک ہو، تو متعلقہ شے کو اپنے قریب رکھ کر سونے جاؤں اور کسی رہنمائی کی امید کروں۔ مجھے یہ طریقہ زیادہ پیچیدہ نہیں لگتا، چاہے روایتی سائنس اسے تسلیم کرے یا نہ کرے۔ میری تھیوری کے مطابق، کوئی بھی چیز جو کسی شدید انسانی جذبات—چاہے وہ خوشی ہو یا تکلیف—سے جڑی ہو، ایک خاص تاثر اپنے اندر محفوظ کر لیتی ہے، اور اگر کوئی حساس ذہن اسے محسوس کرنے کے قابل ہو تو وہ اسے منتقل بھی کر سکتی ہے۔ حساس ذہن کا مطلب کوئی غیر معمولی صلاحیت رکھنے والا شخص نہیں، بلکہ ایسا تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ ذہن ہے، جیسا کہ تمہارا یا میرا۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ اگر میں اس دیوار پر لٹکی پرانی تلوار کے ساتھ سونے جاؤں، تو مجھے خواب میں کوئی ایسا خونی واقعہ نظر آ سکتا ہے جس میں یہی تلوار استعمال ہوتی ہو؟"

"بالکل درست! کیونکہ حقیقت میں، میں نے اسی طریقے سے اس تلوار کا تجربہ کیا تھا، اور خواب میں اس کے مالک کی موت کا منظر دیکھا، جو ایک زبردست جھڑپ میں مارا گیا تھا۔ میں اس جنگ کا درست تعین نہیں کر سکا، لیکن یہ بادشاہی حکمرانی کے خلاف جنگوں کے دوران ہوئی تھی۔ اگر تم غور کرو، تو ہمارے کچھ روایتی رسم و رواج بھی اسی نظریے کی تصدیق کرتے ہیں، حالانکہ ہم نے اپنی عقلمندی میں انہیں محض توہم پرستی قرار دے دیا ہے۔"

"مثال کے طور پر؟"

"شادی کے موقع پر خصوصی طور پر تیار کردہ دلہن کے کیک کو تکیے کے نیچے رکھنے کا رواج، تاکہ سونے والے کو خوشگوار خواب آئیں۔ یہ ان کئی مثالوں میں سے ایک ہے، جن کا ذکر میں نے اس موضوع پر اپنے ایک مختصر مقالے میں کیا ہے۔ لیکن اصل نکتہ پر واپس آتے ہیں، میں نے ایک رات اس چھاننی کو اپنے قریب رکھ کر سونے کا تجربہ کیا، اور مجھے ایک ایسا خواب آیا جس نے اس کے استعمال اور پس منظر پر ایک عجیب روشنی ڈالی۔"

"تم نے کیا خواب دیکھا؟"

"میں نے خواب— وہ ایک لمحے کو رکھا، اور اس کے چہرے پر شدید دلچسپی کے آثار ابھرے۔ "قسم سے، یہ تو واقعی ایک شاندار خیال ہے،" اس نے کہا۔ "یہ ایک نہایت دلچسپ تجربہ ہوگا۔ تم خود بھی ایک حساس شخص ہو— ایسا شخص جس کے اعصاب کسی بھی تاثر پر تیزی سے رد عمل ظاہر کرتے ہیں۔"

"میں نے خود کو اس حوالے سے کبھی آزمایا نہیں۔"

"تو آج رات ہم تمہیں آزمانے والے ہیں۔ کیا میں تم سے ایک درخواست کر سکتا ہوں؟ جب تم آج رات اس صوفے پر سونے جاؤ، تو کیا تم اس پرانی چھاننی کو اپنے تکیے کے پاس رکھ کر سو سکتے ہو؟"

یہ درخواست مجھے بہت عجیب لگی، مگر میری فطرت میں غیر معمولی اور حیران کن چیزوں کی جستجو ہمیشہ سے رہی تھی۔ میں ڈیکر کی تصویر پر یقین نہیں رکھتا تھا، نہ ہی مجھے اس تجربے کے کامیاب ہونے کی کوئی امید تھی، لیکن پھر بھی یہ تجربہ میرے لیے دلچسپ تھا۔

ڈیکر نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ میرے صوفے کے سرہانے ایک چھوٹی میز رکھی اور اس پر چھانی رکھ دی۔ پھر کچھ دیر بات چیت کے بعد اس نے مجھے شب بخیر کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

میں کچھ دیر آگ کے قریب بیٹھا سگریٹ پیتا رہا اور اس عجیب و غریب تجربے کے بارے میں سوچتا رہا۔ جتنا بھی شکی مزاج تھا، ڈیکر کے پُر اعتماد انداز میں کچھ ایسا تھا جو مجھے متاثر کیے بغیر نہ رہ سکا۔ اور پھر اس غیر معمولی ماحول—یہ وسیع و عریض کمرہ، جس میں ہر طرف پراسرار اور بعض اوقات خوفناک اشیاء رکھی تھیں—اس نے میرے دل میں ایک عجیب سی سنسنی پیدا کر دی۔ آخر کار، میں نے کپڑے بدلے، چراغ بجھا دیا اور لیٹ گیا۔ کافی دیر کروٹیں بدلنے کے بعد بالآخر مجھے نیند آ گئی۔

اب میں کوشش کروں گا کہ اپنے خواب کا منظر جتنا ممکن ہو، واضح اور درست انداز میں بیان کر سکوں۔ آج بھی وہ خواب میری یاد میں جاگتی آنکھوں سے دیکھے گئے کسی بھی منظر سے زیادہ صاف ہے۔

یہ ایک تہہ خانے یا سرنگ جیسا کمرہ تھا۔ اس کے چاروں کونوں سے محرابیں ابھرتی ہوئی ایک بلند گنبد نما چھت میں جا کر ملتی تھیں۔ عمارت کی بناوٹ سادہ مگر مضبوط تھی، اور یہ کسی بڑے قلعے یا محل کا ایک حصہ معلوم ہو رہی تھی۔

سامنے ایک سرخ قالین والے چبوترے پر تین آدمی سیاہ لباس میں بیٹھے تھے۔ ان کے سروں پر بڑی، وزنی سیاہ مخملی ٹوپی تھی، اور ان کے چہرے نہایت سنجیدہ اور غمگین نظر آ رہے تھے۔

ہائیں جانب دو لمبے چنے پہنے افراد کھڑے تھے، جن کے ہاتھوں میں فائل نما تھیلے تھے، جیسے وہ کوئی اہم دستاویزات لے کر آئے ہوں۔

دائیں طرف، میری سمت دیکھتی ہوئی ایک عورت کھڑی تھی۔ وہ زیادہ قد آور نہیں تھی، اس کے بال سنہری اور آنکھیں غیر معمولی حد تک ہلکی نیلی تھیں۔ بالکل بچے کی آنکھوں جیسی۔ وہ جوانی سے گزر چکی تھی مگر ابھی درمیانی عمر کو نہیں پہنچی تھی۔ اس کا جسم کچھ بھاری تھا، مگر اس کی چال میں بے حد وقار اور خود اعتمادی تھی۔ اس کا چہرہ زرد مگر پُر سکون تھا۔ یہ ایک منفرد چہرہ تھا۔ خوبصورت، مگر اس میں بلی کی سی چالاکی جھلکتی تھی۔ اس کے چھوٹے، مضبوط ہونٹ اور مڑا ہوا جبراکسی نہ کسی طرح ایک چھپی ہوئی سختی اور بے رحمی کا اشارہ دے رہے تھے۔ وہ ایک ڈھیلے، سفید لباس میں ملبوس تھی۔

اس کے ساتھ ایک دبلا پتلا، بے حد بے چین سا پادری کھڑا تھا، جو بار بار اس کے کان میں سرگوشیاں کر رہا تھا اور اس کی آنکھوں کے سامنے ایک صلیب بلند کر رہا تھا۔ مگر وہ صلیب کو نظر انداز کر کے سیدھا سیاہ لباس میں ملبوس تین آدمیوں کو دیکھتی رہی۔ مجھے ایک شدید احساس ہوا کہ یہی اس کے منصف تھے۔

جوں جوں میں دیکھتا رہا، وہ تینوں آدمی کھڑے ہوئے اور کچھ کہا، مگر میں ان کی آواز نہیں سن سکا۔ البتہ، میں جانتا تھا کہ درمیان والا شخص بول رہا تھا۔ اس کے بعد وہ تینوں کمرے سے باہر چلے گئے، اور ان کے پیچھے وہ دونوں افراد بھی چلے گئے جو کاغذات کے تھیلے اٹھائے ہوئے تھے۔

اسی لمحے چند سخت چہرے والے، بھاری بھر کم آدمی اندر داخل ہوئے، جنہوں نے چمڑے کی موٹی جیکٹیں پہن رکھی تھیں۔ انہوں نے پہلے سرخ قالین کو ہٹایا، پھر وہ تختے ہٹائے جن پر چوترا بنا ہوا تھا، تاکہ پورا کمرہ خالی ہو جائے۔

جب فرش کا یہ حصہ ہٹا دیا گیا، تو اس کے پیچھے عجیب و غریب قسم کے فرنیچر نظر آئے۔ ایک چیز کسی بستر جیسی لگ رہی تھی، جس کے دونوں سروں پر لکڑی کے رولر لگے ہوئے تھے، اور ایک ہینڈل تھا جس سے اس کی لمبائی ایڈجسٹ کی جاسکتی تھی۔ ایک اور چیز ایک لکڑی کا گھوڑا تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی عجیب اشیاء تھیں، اور چھت سے کئی رسیاں لٹک رہی تھیں، جو مختلف پٹیوں سے جڑی ہوئی تھیں۔ مجموعی طور پر یہ منظر کسی جدید جمنازیم سے زیادہ مختلف نہیں لگ رہا تھا، لیکن اس میں کچھ خوفناک سی کشش تھی۔

جب کمرہ مکمل طور پر خالی ہو گیا، تو ایک نیا کردار اندر داخل ہوا۔ یہ ایک لمبا، دبلا پتلا آدمی تھا، جو سیاہ لباس میں ملبوس تھا۔ اس کا چہرہ سخت اور سپاٹ تھا، جس سے ایک عجیب سا رعب جھلک رہا تھا۔ جیسے ہی وہ اندر آیا، مجھ میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔

اس کے کپڑے چمکانی سے چمک رہے تھے اور جگہ جگہ داغ دھبے پڑے ہوئے تھے، مگر اس کے باوجود اس کی چال میں ایک خاص وقار اور حکم عدولی کا انداز تھا، جیسے یہ پورا کمرہ اس کے اختیار میں ہو۔ اس کی ظاہری حالت بظاہر جتنی بھی خراب تھی، مگر اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ یہاں کا اصل مالک ہے۔

اس کے بائیں بازو پر رسیوں کا ایک گچھا لپٹا ہوا تھا۔ عورت نے اس پر گہری نظر ڈالی، مگر اس کے چہرے کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ اس کی آنکھوں میں اب بھی وہی اعتماد تھا، بلکہ ایک عجیب سی ضد بھی نظر آرہی تھی۔

لیکن پادری کا حال مختلف تھا۔ اس کا چہرہ خوف سے سفید پڑ چکا تھا، اور میں نے دیکھا کہ اس کی اونچی، ڈھلوان پیشانی پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں۔ وہ گھبراہٹ میں بار بار اپنے ہاتھ دعا کے لیے اٹھا رہا تھا اور جھک کر عورت کے کان میں سرگوشیاں کر رہا تھا۔

اب وہ سیاہ پوش آدمی آگے بڑھا، اور اپنے بازو پر لپٹی ہوئی رسیوں میں سے ایک نکالی۔ پھر اس نے عورت کے ہاتھ باندھ دیے۔ حیران کن طور پر، عورت نے کسی

مزاحمت کے بغیر اپنے ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیے، جیسے وہ خود اس قید کو قبول کر رہی ہو۔

پھر اس آدمی نے سختی سے عورت کا بازو پکڑا اور اسے لکڑی کے گھوڑے کی طرف لے گیا، جو اس کی کمر سے کچھ اونچا تھا۔ اس پر اسے اٹھا کر لٹا دیا گیا، اس کی پیٹھ نیچے تھی اور اس کا چہرہ چھت کی طرف تھا۔

پادری خوف سے کانپتے ہوئے کمرے سے باہر بھاگ گیا۔ عورت کے لب تیزی سے ہل رہے تھے، اور اگرچہ میں کچھ سن نہیں سکا، مگر مجھے یقین تھا کہ وہ دعا مانگ رہی تھی۔

عورت کے پاؤں دونوں طرف نیچے لٹک رہے تھے، اور میں نے دیکھا کہ وہاں موجود سخت گیر نوکروں نے اس کے نخنوں کے گرد رسیاں باندھ کر ان کے دوسرے سروں کو پتھر کے فرش میں لگے لوہے کے حلقوں سے پاندھ دیا۔ یہ منظر دیکھ کر میرا دل ڈوبنے لگا، مگر میں ایک عجیب، خوفناک تجسس میں جکڑا ہوا تھا، اور میری نظریں اس بھیانک منظر سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

اتنے میں ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا، جس کے دونوں ہاتھوں میں پانی کی بالٹیاں تھیں۔ اس کے پیچھے ایک اور آدمی آیا، جس کے پاس تیسری بالٹی تھی۔ یہ سب لکڑی کے گھوڑے کے پاس رکھ دی گئیں۔ دوسرے آدمی نے اپنے دوسرے ہاتھ میں ایک لکڑی کا کٹورا (چھج نپالہ) اٹھا رکھا تھا، جس کا دستہ سیدھا تھا۔ اس نے یہ سیاہ لباس والے آدمی کو دے دیا۔

اسی لمحے ایک نوکر ایک سیاہ چیز ہاتھ میں لیے آگے بڑھا۔ جیسے ہی میں نے اس پر نظر ڈالی، میرے خواب کے اندر بھی ایک عجیب احساس پیدا ہوا—یہ وہی حمڑے کی چھاننی تھی!

پھر وہ شخص جوش میں آکر چھاننی کو آگے بڑھانے لگا— لیکن میں اس سے زیادہ نہیں دیکھ سکا۔

میری روح خوف سے لرز اٹھی۔ میرے جسم پر سنسنی دوڑ گئی، رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں ٹپ اٹھا، میں نے خود کو جھٹکا، میں نے نیند کے بندھن توڑ ڈالے اور ایک بھیاںک چیخ کے ساتھ حقیقت کی دنیا میں واپس آ گیا۔

جب میں ہوش میں آیا، تو خود کو اس وسیع و عریض لائبریری میں پایا۔ چاندنی کھڑکی سے اندر آرہی تھی اور سامنے والی دیوار پر عجیب و غریب سائے بن رہے تھے۔

اوہ! کیسی بڑی نجات کا احساس تھا یہ جان کر کہ میں واپس انیسویں صدی میں آچکا تھا— کہ میں اس خوفناک قرونِ وسطیٰ کے تہ خانے سے نکل آیا تھا، اور اب ایک ایسی دنیا میں تھا جہاں انسانیت باقی تھی، جہاں دلوں میں رحم موجود تھا۔

میں کانپتے ہوئے اپنے صوفے پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ میرا جسم لرز رہا تھا، اور میرا ذہن خوف اور شکرگزاری کے درمیان معلق تھا۔

یہ سوچنا بھی وحشت ناک تھا کہ ایسی چیزیں کبھی حقیقت میں ہو چکی ہوں گی— کہ لوگ ایسا کر سکتے تھے، اور خدا نے ان درندوں پر کوئی عذاب نہ اتارا!

کیا یہ محض ایک خواب تھا، یا واقعی تاریخ کے ان سیاہ اور بے رحم دنوں میں ایسا کچھ ہوا تھا؟

میں نے اپنے کانپتے ہاتھوں میں اپنا سر دبایا۔ اور پھر، اچانک، میری دھڑکن جیسے رک سی گئی۔

میرے آس پاس اندھیرے میں کوئی چیز حرکت کر رہی تھی، جیسے کوئی میری طرف بڑھ رہا ہو!

جب ایک خوف کے بعد دوسرا خوف طاری ہو جائے تو انسان کی ہمت ٹوٹنے لگتی ہے۔ میں نہ کچھ سوچ سکتا تھا، نہ دعا مانگ سکتا تھا۔ میں بس ایک ساکت مجسمے کی طرح بیٹھا رہا اور اس سائے کو گھورتا رہا، جو آہستہ آہستہ میرے قریب آ رہا تھا۔ پھر وہ سفید چاندنی کے راستے میں آیا، اور میری سانس بحال ہوئی۔ یہ ڈیکر تھا!

اور اس کے چہرے پر بھی وہی دہشت تھی، جو میرے اندر تھی۔
 "یہ تم تھے؟ خدا کے واسطے، کیا ہوا تھا؟" ڈیکر نے گھٹی گھٹی آواز میں پوچھا۔
 "اوہ، ڈیکر، تمہیں دیکھ کر بہت سکون ملا! میں جیسے جہنم کی گہرائیوں میں جا پہنچا تھا۔ یہ ایک بھیانک تجربہ تھا۔"
 "تو وہ چیخ تمہاری تھی؟"

"ہاں، شاید میں نے ہی چیخا تھا۔"
 "یہ چیخ پورے گھر میں گونجی تھی۔ نوکر سب خوفزدہ ہو گئے ہیں۔"
 اس نے ایک ماہ جس جلائی اور چراغ روشن کر دیا۔
 "میرا خیال ہے کہ ہمیں دوبارہ آگ جلانے کی کوشش کرنی چاہیے،" اس نے کہا،
 اور دہکتے ہوئے انگاروں پر لکڑیاں ڈال دیں۔
 "خدا کی پناہ، میرے دوست، تم کتنے سفید پڑ چکے ہو! تمہاری حالت ایسی لگ رہی ہے جیسے تم نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔"

"ہاں، ڈیکر، میں نے بھوت ہی دیکھے ہیں — بہت سے بھوت!"
 ڈیکر کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ ابھری۔
 "تو پھر، حمزے کی چھاننی نے اپنا اثر دکھا دیا؟"

"میں اس منحوس چیز کے قریب دوبارہ سونے کے لیے تم جتنا بھی پیسہ دو، قبول نہیں کروں گا!"

ڈیکر ہلکے سے ہنسا۔

"مجھے پہلے سے اندازہ تھا کہ تمہاری رات کافی ہنگامہ خیز گزرے گی،" اس نے کہا۔
"مگر تم نے بھی میرا بدلہ لے لیا، کیونکہ تمہاری وہ خوفناک چیخ، جو رات کے دو بجے
گونجی، بالکل بھی خوشگوار نہیں تھی۔ میرے خیال میں، تم کہنا چاہتے ہو کہ تم نے پورا
خوفناک منظر دیکھ لیا؟"
"کون سا خوفناک منظر؟"

"پانی کی اذیت — 'غیر معمولی سوال'، جیسا کہ فرانسیسی بادشاہ لوئس چودہ شمس
الملوک کے خوشگوار دنوں میں اسے کہا جاتا تھا۔ کیا تم آخر تک دیکھ سکے؟"
"نہیں، خدا کا شکر ہے کہ میں حقیقتاً آغاز ہونے سے پہلے ہی جاگ گیا۔"
"آہ! یہ تمہارے حق میں بہتر ہی ہوا۔ میں نے تو تیسری بالٹی تک دیکھنے کی ہمت
کی تھی۔ خیر، یہ ایک پرانی کہانی ہے، اور وہ سب لوگ اب قبروں میں جا چکے ہیں، تو
فرق ہی کیا پڑتا ہے کہ وہ وہاں کیسے پہنچے؟ بہر حال، کیا تمہیں اندازہ ہے کہ تم نے در
حقیقت کیا دیکھا؟"

"کسی مجرم پر ظلم ہو رہا تھا۔ اگر اس کی سزا واقعی اس کے جرم کے برابر تھی، تو وہ
یقیناً کوئی بہت بڑی مجرم رہی ہوگی۔"
"ہاں، بس یہی ایک چھوٹی سی تسلی ہے،" ڈیکر نے کہا، اور اپنا ڈریسنگ گاون
پلیٹ کر آگ کے قریب سکڑ کر بیٹھ گیا۔

"کہ سزا اور جرم برابر تھے — یعنی اگر میں اس خاتون کی شناخت میں درست
ہوں۔"

"تمہیں اس کی شناخت کا آخر کیسے پتہ چلا؟"

اس کے جواب میں، ڈیکر نے شیلف سے ایک پرانا، چرمی جلد والا نسخہ اتارا۔

"ذرا سنو،" اس نے کہا۔ "یہ سترہویں صدی کی فرانسیسی زبان میں ہے، مگر میں ترجمہ ساتھ ساتھ کرتا جاؤں گا۔ پھر تم خود فیصلہ کر لینا کہ آیا میں نے یہ معممہ حل کیا ہے یا نہیں۔"

"قیدی کو گرینڈ چیمبر ز اور "تور نیلز" کی پارلیمنٹ کے سامنے عدالت میں پیش کیا گیا۔ اس پر اپنے والد، ماسٹر دریوڈ اوبری، اور اپنے دو بھائیوں، ایم ایم د'اوبری، میں سے ایک (جو سول لیفٹیننٹ تھا) اور دوسرا (جو پارلیمنٹ کا مشیر تھا) کے قتل کا الزام تھا۔"

ظاہری طور پر، یقین کرنا مشکل تھا کہ اس نے واقعی ایسے بھیانک جرائم کیے تھے، کیونکہ وہ نہایت معصوم نظر آتی تھی—چھوٹے قد کی، گوری رنگت والی، اور نیلی آنکھوں کی مالک۔"

تاہم، عدالت نے اسے مجرم قرار دیا اور حکم دیا کہ اس سے عام اور سخت سوالات کیے جائیں تاکہ وہ اپنے ساتھیوں کے نام بتا سکے۔ اس کے بعد اسے ایک گاڑی میں بٹھا کر تاریخی جگہ "دے گریو" لے جایا جائے، جہاں اس کا سر قلم کر دیا جائے گا، اس کے جسم کو جلا کر راکھ بنا دیا جائے گا اور راکھ کو ہوا میں بکھیر دیا جائے گا۔

یہ واقعہ ۱۶ جولائی ۱۶۷۶ کو درج کیا گیا تھا۔
"یہ دلچسپ ہے،" میں نے کہا، "لیکن یہ کیسے ثابت ہو گا کہ خواب میں نظر آنے والی عورت اور یہ مجرم ایک ہی ہیں؟"

ڈیو نے کہا، "میں اسی بات کی طرف آ رہا ہوں۔"
اس نے کتاب میں مزید پڑھنا شروع کیا۔ "یہ تحریر اس عورت کے رویے کو بیان کرتی ہے جب اس سے سوالات کیے گئے۔"

جب جلا داس کے قریب آیا، تو اس نے اسے فوراً پہچان لیا کیونکہ اس کے ہاتھ میں رسی تھی۔

اس نے بغیر کچھ کہے اپنے ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیے اور سر سے پاؤں تک اسے غور سے دیکھا۔

"اب بتاؤ، کیسا لگا؟"

"ہاں، بالکل ایسا ہی تھا۔"

"اس نے بغیر خوف کے لکڑی کے گھوڑے اور ان لوہے کے حلقوں کو دیکھا، جو بے شمار لوگوں کو اذیت دے چکے تھے اور نہ جانے کتنی چیخوں کا سبب بنے تھے۔ جب اس کی نظر ان تین پانی کی بالٹیوں پر پڑی، جو اس کے لیے رکھی گئی تھیں، تو وہ مسکرا کر بولی، "یہ سارا پانی یقیناً مجھے ڈبونے کے لیے ہے، محترم۔ مگر میری جیسی چھوٹے قد کی عورت کو اتنا پانی پلانے کا ارادہ تو نہیں رکھتے، ہیں نا؟"

"کیا میں تمہیں اذیت کے طریقے کی تفصیل سناؤں؟"

"نہیں، خدا کے لیے، نہیں!"

"یہاں ایک جملہ ہے جو یقیناً آپ کو دکھانے کا کہ جو کچھ یہاں لکھا گیا ہے، وہ وہی منظر ہے جسے آپ نے آج رات دیکھا۔ اچھے پادری، جو اپنے مخلص کے دکھوں کو برداشت نہیں کر پاتے، کمرے سے باہر بھاگ گئے۔ کیا یہ آپ کو قاتل کرتا ہے؟"

"کیا اب تمہیں یقین آگیا؟"

"ہاں، اب کوئی شک باقی نہیں رہا کہ یہ وہی واقعہ ہے۔ لیکن آخر یہ خاتون کون تھی؟"

جس کا چہرہ اتنا دلکش تھا اور انجام اتنا بھیانک ہوا؟

ڈیوٹر میرے قریب آیا، اور اس منحوس چھاننی کو اٹھا کر میرے بستر کے پاس رکھی میز پر رکھ دیا۔ اس نے چراغ اٹھایا اور چھاننی کے پیتل کے کنارے پر روشنی ڈالی۔ اب روشنی کے زاویے کی بدولت اس پر کندہ الفاظ زیادہ واضح نظر آرہے تھے۔

ڈیوٹر نے کہا۔ "ہم پہلے ہی طے کر چکے ہیں کہ یہ کسی اعلیٰ عہدیدار یا اعلیٰ عہدیدار کی بیوی، بیٹی کا نشان ہے،" اور ہم یہ بھی مان چکے ہیں کہ آخری حرف B ہے۔"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں۔"

"اب میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ باتیں سے دائیں باقی حروف M, M, ایک چھوٹا d, A, ایک اور چھوٹا d، اور آخر میں B ہیں۔"

"ہاں، میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ میں دونوں چھوٹے d کو صاف دیکھ سکتا ہوں۔" ڈیکر نے گہری سنجیدگی سے کہا، "جو کچھ میں نے تمہیں آج رات سنایا، وہ میرا کوئی اندازہ نہیں، بلکہ یہ مارے میڈلین د'اوبری، کے مقدمے کا سرکاری ریکارڈ ہے۔ جو تاریخ کی بدنام ترین زہر خورانی اور قتل کی مجرمہ تھی!"

میں خاموش بیٹھا رہا، حیران اور الجھن میں۔ ڈیکر کی باتیں بے عیب منطق کے ساتھ میرے سامنے آرہی تھیں۔

مجھے دھندلی سی یاد آرہی تھی کہ یہ وہی عورت تھی جس کی زندگی بے قابو عیش و عشرت سے بھری تھی، جس نے اپنے بیمار والد کو بے رحمی سے اذیت دی اور معمولی مالی فائدے کے لیے اپنے بھائیوں کو قتل کر دیا۔

یہ بھی یاد آیا کہ اس کی بہادری سے دی گئی موت نے کسی حد تک اس کے خوفناک جرائم کا کفارہ ادا کر دیا تھا، اور کچھ ہی دنوں میں پیرس کے لوگ، جو اسے قاتلہ کہہ کر کوس رہے تھے، اسے شہید سمجھ کر اس کے لیے دعائیں کرنے لگے۔

لیکن میرے ذہن میں ایک سوال باقی تھا...

"یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کے نام کے ابتدائی حروف اور اس کے رتبے کا نشان اس چھاننی پر کندہ کیے گئے ہوں؟ کیا واقعی اُس زمانے میں اشرافیہ کو اتنی عزت دی جاتی تھی کہ اذیت رسانی کے آلات پر بھی ان کے القابات کندہ کر دیے جاتے؟" ڈیکر نے کہا، "یہی سوال مجھے بھی پریشان کر رہا تھا، لیکن اس کا ایک آسان جواب

ہے۔

یہ مقدمہ اپنے وقت میں غیر معمولی طور پر مشہور تھا، اور یہ حیرت کی بات نہیں کہ لا رہینی، جو اس وقت کا پولیس چیف تھا، اس نے چھاننی کو ایک یادگار کے طور پر محفوظ رکھا ہو۔

فرانس میں کسی اعلیٰ عہدیدار عورت کا اذیت سے گزرنا بہت نایاب تھا، اس لیے اس پر اس کے نام کے حروف کندہ کر دینا فطری تھا، تاکہ یہ دوسروں کے لیے عبرت کا نشان بن سکے۔"

"اور یہ نشان؟" میں نے چمڑے کے تنگ حصے پر بنے زخموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

ڈیکر نے رخ موڑ کر سر دلچے میں کہا،
 "وہ ایک بے رحم عورت تھی۔ اور میرے خیال میں، دوسری خونخوار درندوں کی طرح، اس کے دانت بھی نہایت مضبوط اور نوکیلے تھے۔"

اختتام۔۔۔۔۔

پیش لفظ

آرتھر کینن ڈائل کی کہانی "The Leather Funnel" ایک دلچسپ اور تھرلنگ کہانی ہے جس میں راز، خوف اور جواہرات کی تلاش کا عنصر ہے۔ یہ ایک مختلف کہانی ہے جس میں انسانی نفسیات اور پراسرار واقعات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس کہانی میں آرتھر کینن ڈائل نے نفسیات، ذہنی کشمکش اور ایک خاص شے کے ذریعے انسان کی زندگی پر پڑنے والے اثرات کو بیان کیا ہے۔

اگرچہ "The Leather Funnel" میں کوئی اہم جاسوسی یا مہم جوئی کا عنصر نہیں ہے، مگر اس میں ایک گہرا فلسفیانہ اور نفسیاتی پہلو موجود ہے جو کہ کینن ڈائل کے ادب کی خصوصیت ہے۔ اس کہانی کا مقصد صرف قاری کو محض تفریح فراہم کرنا نہیں بلکہ ان کے اندر خوف اور پراسراریت کے مختلف جذبات کو اجاگر کرنا بھی ہے۔

مترجم : مظہر حسین

ایم اے (بین الاقوامی تعلقات)

0312-2433707